اسلام میں علم کا مقام

بسم اللہ امضاء، سرینگر کشمیر

جن مسائل کو اسلام میں بے حد اہمیت دی گئی ہے اور جن کے بارے میں بہت زیادہ تاکید اور سفارش کی گئی ہے ان میں سے ایک مسئلہ علم ودانش کا ہے۔

بلاشبہ یہ بڑی تعجب خیز بات ہے کہ ہم مسلمانوں نے فقط باتوں پر اکتفا کی اور علم ودانش کی راہ پر چلنے سے باز رہے۔

امام علی علیہ السلام نے اپنے آخری وصیت نامے میں تمام مسلمانان عالم کو خبردار کیا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ غیر (یعنی غیر مسلم) قرآن مجید کی اعلیٰ وارفع تعلیمات پر عمل درآمد کے معاملے میں تم پر سبقت لے جائیں اور تم پیچھے رہ جاؤ۔[1]

فرانسیسی دانشور ڈاکٹر گوسٹاولوبون یوں رقمطراز ہے:

''جس زمانے میں اسلامی تمدن اندلس میں اوج کمال پر تھا ہمارے علمی مراکز ان قلعوں سے عبارت تھے جن میں ہمارے امراء اور رؤسا نیم وحشیانہ زندگی بسر کرتے تھے اور اپنے ان پڑھ ہونے پر فخر کرتے تھے ہم عیسائیوں میں سب سے زیادہ علم والے وہ نادان راہب تھے جو اپنی تمام عمریں اس کام پر صرف کردیتے تھے کہ گرجوں اور خانقاہوں سے یونان اور روم کی کتابیں نکالیں، ان کی تحریریں مٹادیں اور اس کے بجائے ان اوراق پر مذہبی کلمات اور اوراد پر مبنی چیزیں لکھ دیں۔''

ول ڈیورنٹ (Will Durant) اپنی کتاب 'تاریخ تمدن، (History of Civilization) میں لکھتا ہے۔

''قرون وسطیٰ میں مسلمان علوم کے میدان میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے مراکش اور آذربائیجان میں ریاضیات کے شعبے میں بیحد ترقی ہوئی جس سے ایک دفعہ پھر اسلامی تمدن کا کمال واضح ہوگیا۔نباتیات کا علم جسے تھیوفراسٹس (Theophrastus) کے بعد بھلا دیا گیا تھا مسلمانوں کے ذریعے ایک دفعہ پھر زندہ ہوگیا۔ ادریسی نے نباتیات پر ایک کتاب لکھی اور ۳۶۰ جڑی بوٹیوں کے خواص بیان کیئے۔ اس کی توجہ صرف طبی مسائل تک ہی محدود نہ تھی بلکہ اس نے سائنس اور نباتیات

کے بارے میں بھی بحث کی ہے۔'' ۲؎

دوسرے ادوار کی طرح اس دور میں بھی ایشیا، افریقہ اور یورپ کے بڑے بڑے طبیب مسلمان ہی تھے۔

ہسپتالوں کی تعمیر اور ان کے لئے ضروری سازوسامان مہیا کرنے میں بھی مسلمانوں نے اہل دنیا کی رہنمائی کے فرائض انجام دئے۔ جو ہسپتال نورالدین نے ۵۵۶ھ بمطابق ۱۱۶۰ء میں تعمیر کرایا اس میں تین سو سال تک تمام مریضوں کا مفت علاج کیا جاتا تھا اور ادویات بھی بلامعاوضہ فراہم کی جاتی تھیں۔ تمام بڑے اسلامی شہروں میں دیوانوں کی دیکھ بھال کے لئے پاگل خانے موجود تھے۔''

جس زمانے میں یورپ اور عیسائیت جہالت اور نادانی کی آگ میں جل رہے تھے مسلمان ایک ایسے عالیشان تمدن کے مالک تھے جس کی محض ایک جھلک مورخین نے ہمیں دکھائی ہے۔

بلاشبہ جو تمدن مسلمانوں کو میسر آیا وہ اسلام کی تعلیمات کی بدولت تھا کیونکہ اسلام سے پہلے وہ بھی جہالت اور فساد میں غرق تھے۔ تواریخ سے یہ امر بخوبی واضح ہے کہ وہ کتنی بری زندگی گزار رہے تھے۔

اسلام ایک وسیع اور جچے تلے لائحہ عمل اور مفید اور نجات بخش تعلیمات کے ساتھ آیا۔ اس نے اس فاسد اور غلیظ معاشرے کو قدم بقدم نیک بختی کی جانب چلایا اور جاہل اور پسماندہ افراد سے ایک عالم اور ترقی یافتہ ملت کی تشکیل کی۔

تحصیل علم کے لئے اسلام نے کوئی قید یا شرط قبول نہیں کی اور اسے تمام اشخاص کے لئے (خواہ وہ عورتیں ہوں یا مرد) عمر کے تمام ادوار میں ہر مقام پر اور ہر استاد کے ذریعے جو میسّر ہو، واجب اور لازم قرار دیا۔

جو کچھ اوپر کہا گیا ہے وہ آنحضرتؐ سے نقل کی گئی مندرجہ ذیل چار مختصر احادیث سے بخوبی ثابت ہو جاتا ہے۔

۱۔ طلب العلم فریضة علی کلّ مسلم

''علم و دانش حاصل کرنا ہر مسلمان پر واجب ہے۔''

اس جملے میں ایسی کوئی قید اور استثنا نظر نہیں آتی جیسی کہ اسلام کے بہت سے دوسرے

احکام میں وجود رکھتی ہے اور اس میں مرد اور عورت کے مابین کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ لفظ 'مسلم' کے معنی 'مسلمان' کے ہیں خواہ وہ عورت ہو یا مرد۔

مندرجہ بالا حدیث میں رسول اکرمؐ نے اہل عالم پر واضح کردیا ہے کہ علم ایک لازمی وظیفہ اور عمومی فریضہ ہے اور کسی معین طبقے یا خاص جنس سے مخصوص نہیں ہے۔

۲۔ اطلبوا العلم من المهد الی اللحد۔

''یعنی گہوارہ سے قبر تک (ولادت سے موت تک) علم ودانش کی طلب میں سرگرم عمل رہو۔''

اس فرمان میں موسم اور وقت کی قید اٹھادی گئی ہے اور یہ اعلان کیا گیا ہے کہ علم ودانش کے حصول کے لئے کوئی موسم یا وقت مقرر نہیں۔ اس کی ابتدا دنیا میں آنکھ کھولنے پر ہوجاتی ہے اور انسانی زندگی کے خاتمے پر ہوتا ہے۔

۳۔ الحكمة ضالة المومن اينما وجدها اخذها

''یعنی حکمت مومن کا گمشدہ مال ہے اور جس کی چیز گم ہوجائے اسے وہ جہاں بھی ملے اس کو اٹھا سکتا ہے''

حکمت مستحکم، معقول اور درست باتوں سے عبارت ہے۔

اس حدیث میں واضح کیا گیا ہے کہ انسان کو اس بات کی پروا نہیں کرنی چاہئے کہ حکمت اور علم اسے کس جگہ سے دستیاب ہے حتیٰ کہ اگر مشرکوں اور منافقوں سے بھی علم کا حصول ممکن ہو تو اسے حاصل کرنا چاہئے۔

یہاں یہ نکتہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ مندرجہ بالا جملے میں لفظ علم وحکمت، استعمال ہوا ہے جس سے مراد یہ ہے کہ درست اور معقول بات جو شخص بھی کہے اسے قبول کرلینا چاہئے شرط یہ ہے کہ اس بات کے درست ہونے میں کوئی شک وشبہ نہ ہو لہٰذا جو لوگ درست اور غلط باتوں میں تمیز کرنے کی اہلیت نہ رکھتے ہوں انہیں ہر ایک کی بات سن کر پلّے نہیں باندھ لینی چاہئے بلکہ کوشش کرنی چاہئے کہ ایسے اشخاص کے اثر اور تلقین قبول نہ کریں جو انہیں گمراہ کردیں۔

۴۔ اطلبوا العلم ولو بالصّين

''علم سیکھو خواہ وہ چین ہی سے حاصل کرو۔''

اس حکم میں جگہ کی قید اڑادی گئی ہے اور واضح کردیا گیا ہے کہ علم خواہ دنیا کے دور دراز

حصوں میں ہی کیوں نہ دستیاب ہو اور اس کے حصول کے لئے کتنا ہی وقت کیوں نہ صرف ہو اور کتنی ہی تکلیف کیوں نہ اٹھانی پڑے انسان کے لئے لازم ہے کہ اسے حاصل کرے۔

اوپر نقل کیے گئے چار جملوں کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر مسلمان کے لئے زندگی کے ہر دور میں وہ جہاں کہیں بھی ہو علم ودانش کے حصول کی جستجو ضروری ہے اور یہ امر ایک دینی فریضہ ہے۔

جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ علم ودانش کے حصول کے سلسلے میں اسلام کے ارشادات کا نمونہ ہے اور جیسا کہ شروع میں کہا گیا تھا ہمارا مقصد اس موضوع پر اسلام کے احکامات گنوانا نہیں ہے۔ صدر اسلام کے مسلمانوں نے صدیوں تک ان مقدس تعلیمات پر عمل کیا اور نتیجے کے طور پر وہ تمام اقوام عالم میں سرفراز رہے۔

مسلمانوں میں بہت بڑے طبیب، گرامی قدر کیمیاداں، جغرافیہ داں، ماہرین فلکیات اور علم وفن کے دوسرے شعبوں میں مہارت رکھنے والی شخصیتیں پیدا ہوئیں جن کا ذکر ہم اشارتاً پہلے کر چکے ہیں۔ جو حضرات زیادہ تفصیل کے خواہشمند ہوں انہیں چاہئے کہ تاریخ تمدن از جرجی زیدان، تاریخ تمدن از وِل ڈیورنٹ، تمدن اسلام وعرب از گوسٹاولوبون اور فہرست ابن ندیم جیسی کتابوں سے رجوع کریں۔

جن باتوں کا ذکر اوپر کیا گیا ہے انہیں مدنظر رکھتے ہوئے کیا یہ افسوس کا مقام نہیں ہے کہ گو مسلمانوں کو نجات بخش دینی تعلیمات میسر ہیں، ان کا تاریخی ماضی بیحد درخشاں ہے اور ان میں عظیم اور قابل علمی شخصیتیں پیدا ہوئی ہیں پھر بھی وہ خواب غفلت میں ڈوب جائیں حتیٰ کہ مدارج علمی سے قطع نظر ان کی اکثریت لکھنے پڑھنے کی صلاحیت سے بھی محروم ہو اور ہر معاملے میں ان کا دست سوال اسلام کے دشمنوں کی جانب دراز ہے! اس سلسلے میں قرون وسطیٰ میں مسلمانوں کی غفلت اور استعمار پسند عیسائیوں کی تخریب کاری اس بدبختی اور کم نصیبی کے دو بنیادی عوامل ہیں۔

وِل ڈیورنٹ کہتا ہے۔

''مسیحی کلیساؤں کے بلند وبالا مینار اور ناقوس گاڑنے کے برج زیادہ تر مساجد کے میناروں کے مرہون منت ہیں۔ اٹلی اور فرانس میں کوزہ گری کا فن بارہویں صدی میں مسلمان کوزہ گروں کے ان دو ممالک میں منتقل ہونے کے باعث نئے سرے سے پھلا پھولا اور یہ اطالوی کوزہ گروں کے اسلامی اندلس میں چلے جانے کا نتیجہ بھی تھا۔ اٹلی کے آہنگروں، شیشہ سازوں، جلد سازوں، ہسپانیہ

کے زرہ بافوں اور اسلحہ سازوں نے بھی اپنے ہنر مسلمان کاریگروں سے حاصل کیے۔

یورپ کے تقریباً تمام خطوں کے ماہرین، نمونے اور نقشے حاصل کرنے کے لئے مسلمان ممالک سے رجوع کرتے تھے۔ حتیٰ کہ باغ بھی زیادہ تر ایرانی باغات کے نمونے پر تھے۔

اسلام اور مسلمانوں کا یورپی ممالک میں یہ اثر ونفوذ تاجروں، صلیبی جنگوں، ہزاروں کتابوں کے عربی سے لاطینی میں ترجمے اور گربرٹ (Gdelert)، مائیکل اسکاٹ (Micaelscot) اور ایڈیلیڈ باتھ (Adelad Bath) جیسے دانشوروں کے اسلامی اندلس میں سفر کرنے کی بدولت انجام پایا۔ اس کا ایک ذریعہ وہ عیسائی جوان بھی تھے جنھیں ان کے ہسپانوی بزرگ تربیت حاصل کرنے اور شہسواری کے طور طریقے سیکھنے کے لئے مسلمان امراء کے درباروں میں بھیجتے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ بعض مسلمان امراء شہسوار اور بزرگ خیال کیے جاتے تھے۔

شام، مصر، سسلی اور ہسپانیہ میں عیسائیوں اور مسلمانوں کے مابین مستقل روابط قائم تھے۔ ہسپانوی قلمرو میں جو عیسائی پیشرفت کرتے تھے اس کے ساتھ ہی ساتھ مسلمانوں کی ادبیات، علوم، فلسفہ اور ہنر کی ایک لہر عیسائی ممالک میں منتقل ہوجاتی تھی۔

نمونے کے طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ ۴۲۸ھ ہجری بمطابق ۱۰۸۰ء عیسوی میں طلیطلہ پر عیسائیوں کے تسلط کے نتیجے میں ان کی فلکیات کے بارے میں معلومات میں اضافہ ہوا اور زمین کے مدور ہونے کے متعلق ان کا اعتقاد پختہ ہوگیا۔

تاہم جو کچھ بھی عیسائیوں نے مسلمانوں سے اخذ کیا اس نے عناد اور کینہ کی آگ کو ٹھنڈا نہیں کیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ انسان کو روٹی کے بعد دینی عقائد سے زیادہ عزیز کوئی چیز نہیں ہوتی۔ انسان فقط روٹی پر زندہ نہیں رہتا بلکہ زندہ رہنے کے لئے اسے ایمان کی بھی ضرورت ہوتی ہے جو اس کے دل میں امید کی کرن روشن کرے۔ یہی وجہ ہے کہ جو چیز انسان کی خوراک یا عقیدے کو خطرے میں ڈال دے اس کے خلاف اس کا جی جل اٹھتا ہے۔ عیسائی تین صدیوں سے مسلمانوں کے مسلسل اور لامتناہی حملوں کا شکار تھے جو یکے بعد دیگر انہیں اپنی گرفت میں لے رہے تھے اور عیسائی اقوام کو بتدریج اپنی حکومت کے زیر اثر لا رہے تھے۔ مسلمانوں کے مضبوط ہاتھوں نے عیسائیوں کی تجارت پر قبضہ کرلیا تھا اور عام طور پر یہ کہا جاتا تھا کہ وہ عیسائیوں کو کافر گردانتے ہیں۔

بالآخر جس معرکے کا انتظار تھا وہ وقوع پذیر ہوگیا اور دو تمدن، صلیبی جنگوں میں آپس میں

متصادم ہوگئے اور مشرق ومغرب کے منتخب افراد کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ یہ متبادل دشمنی قرون وسطیٰ کی تمام تر تاریخ میں ایک مؤثر عامل تھی۔ ایک تیسرے دین یعنی دین یہود کو برسر پیکار دونوں فریقوں کی ضربات سہنی پڑتی تھیں۔ سرزمین مغرب صلیبی جنگیں تو ہار گئی لیکن مذاہب کی کشمکش میں کامیاب رہی۔ تمام مسیحی جنگجوؤں کو ارض مقدس سے نکال دیا گیا لیکن مسلمانوں کے لئے جن کا خون اس دیر سے حاصل ہونے والی فتح نے چوس لیا تھا اور جن کے ممالک کو منگولوں نے تباہ وبرباد کردیا تھا تاریکی کا دور شروع ہوگیا اور جہالت اور ناداری ان پر مسلط ہوگئی ۔ اس کے برعکس شکست خوردہ سرزمین مغرب نے جسے مسلسل کاوشوں سے کافی تجربہ حاصل ہوگیا تھا شکستوں کو بھلادیا ، دشمنوں سے علم کی پیاس اور ترقی کا شوق سیکھا ، آسمان سے باتیں کرتے ہوئے بلند وبالا گرجے تعمیر کیے اور شاہراہ علم ودانش پر گامزن ہوگئی۔

درحقیقت ایک عام قاری اسلامی تمدن کے بارے میں اس طویل گفتگو سے حیران رہ جاتا ہے لیکن ایک محقق عالم اس کے بے موقع اختصار پر افسوس کرتا ہے۔ایک معاشرے کی تاریخ کے فقط سنہری ادوار میں ہی یہ ممکن ہے کہ وہ ایک قلیل مدت میں سیاست ،تعلیم ، ادبیات ، جغرافیہ، تاریخ ، ریاضیات ، ہیئت ، کیمیا فلسفہ اور طب وغیرہ کے شعبوں میں ان معروف شخصیتوں کو جنم دے جو ہارون الرشید سے لے کر ابن رشد تک اسلام کی چار صدیوں میں پیدا ہوئی ہیں.....''[۳]

یہ ہے مسلمانوں کی گزشتہ تاریخ اور ان کا تمدن ، یہ ہے ان کا انحطاط اور پسماندگی اور یہ ہیں اس کے اسباب اورعوامل

یہاں یہ بات بھی سمجھ لینی چاہئے کہ فقط یرفع اللہ الذین آمنوا منکم والذین اوتوالعلم درجات کا لکھنا اور پڑھنا اور ھل یستوی الذین یعلمون والذین لایعلمون کا پڑھنا اور اس موضوع پر اخبار اور احادیث کا ورد کرنا مشکلات کا حل نہیں بلکہ چاہئے یہ کہ ان مقدس اقوال پر عملدرآمد کیا جائے اور مسلمانوں میں علم اور کمال حاصل کرنے کے لئے جب وجوش پیدا ہوتا کہ وہ بھی اسی طرح کامیاب اور کامران ہوں۔ جیسے کہ متمدن ممالک اپنے دانشمندوں کی بے انتہا کوششوں کی بدولت سربلندی اورترقی سے ہمکنار ہوئے ہیں۔

ایڈیسن حیرت انگیز مستقل مزاجی کے ساتھ اپنے سائنسی مشاغل اور تجربات میں مصروف رہتا تھا۔ وہ بعض اوقات دن رات کے چوبیس گھنٹوں میں سے بیس گھنٹے کام میں گزارتا تھا اور اکثر

کہتا تھا:

"میرے پاس کام زیادہ ہیں اور عمر تھوڑی ہے لہٰذا مجھے جلدی کرنی چاہئے۔"

تجربات کے سلسلے میں اسے بہت سی تکالیف اور صدمات سے بھی دوچار ہونا پڑا۔ بیٹری کا تیزاب اس کے چہرے پر گر گیا اور اس کا نیا لباس اور بدن کی کھال جلادی۔ کئی دفعہ وہ بجلی کی لپیٹ میں آ گیا جس نے اسے جھٹکے دیے اور زخمی کر دیا۔ ایڈیسن روزانہ انیس بیس گھنٹے کام کرتا تھا اور رات کو اس کا آرام فقط ایک مختصر سی جھپکی سے عبارت تھا۔ وہ کارخانے کے ایک اسٹول پر آرام کیا کرتا تھا۔

دراصل ایڈیسن کی آدھی صدی پر محیط زندگی سراسر اسی انداز سے گزری۔ اس نے اپنی زندگی کے آخری دنوں تک کام اور محنت کو ترک نہیں کیا۔

ایک غلط فہمی:

بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ اسلام میں علم مبدا سے مراد فقط علم دین اور مبداء اور معاد (قیامت) کی معرفت اور انفرادی اور اجتماعی وظائف اور عبادات وغیرہ ہیں حالانکہ کلمۂ 'علم' اکثر مواقع پر بطور مطلق استعمال ہوا ہے اور اس کوئی شرط عائد نہیں کی گئی۔

علاوہ ازیں اسلامی معاشرے کے بارے میں اسلام کے منتہائے مقصود کو مد نظر رکھتے ہوئے پتا چلتا ہے کہ 'علم' فقط ایک علم تک محدود نہیں ہے۔

اسلام چاہتا ہے کہ مسلمان ارجمند، آزاد اور بے نیاز ہوں۔

اسلام چاہتا ہے کہ مسلمان معاشی اور معاشرتی طور پر آزاد ہوں۔

اسلام یہ بھی چاہتا ہے کہ مسلمان تمام مادی اور روحانی معاملات میں دوسری اقوام عالم سے برتر ہوں۔

یہ مقاصد حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اسلامی معاشرے میں مختلف علوم وفنون پر دسترس رکھنے والے ممتاز دانشمند موجود ہوں اور ہر شعبے میں خصوصی ماہرین اپنے فرائض انجام دیں۔

اگر معاشیات، زراعت، طب، صنعت اور دور حاضر کے دوسرے علوم وفنون کے میدان میں ہمارے پاس ماہرین نہ ہوں تو ہم یقیناً دوسروں کے محتاج رہیں گے اور یہ صورت حال اسلام کے مقاصد کے قطعاً خلاف ہے۔

لہٰذا ہمارا دینی فریضہ ہے کہ ہر شخص خواہ اس کی حیثیت اور مقام کچھ بھی ہو علم ودانش پھیلانے کے لئے کوشش کرے اور وہ جو کچھ جانتا ہو دوسروں کو بھی سکھائے۔ اپنا علم، مقالات اور کتابیں لکھ کر اور مجالس مذاکرہ اور کانفرنسیں تشکیل دے کر دوسروں کو منتقل کرے۔ جو مفید کتابیں دوسری زبانوں میں لکھی گئی ہوں انہیں اپنی زبان میں ترجمہ کرے۔ نوجوانوں کو علم ودانش کے حصول کی جانب راغب کرے انہیں اپنی تعلیم جاری رکھنے اور ترقی کے مدارج طے کرنے کی تلقین کرے۔ لائبریریاں اور علمی مراکز قائم کرکے نوجوانوں کا قیمتی وقت ضائع ہونے سے بچائے اور مفید کتابیں خرید کر بلا معاوضہ طالبان علم کو مہیا کرے وغیرہ وغیرہ۔

یہ بھی ضروری ہے کہ علم کی ترویج اور توسیع کا یہ مقدس فریضہ ایک اس سے بھی زیادہ مقدس فریضے یعنی معاشرے میں ایمان کی تقویت اور اچھے اخلاق کی ترویج سے مخلوط ہو۔

یہ لازم ہے کہ علمی ترقی کے پہلو بہ پہلو روحانی اورا خلاقی اصول کی بھی تقویت کی جائے تاکہ واضح اور مفید نتائج حاصل ہوں اور علم کو معاشرے کی خوشحالی کے لئے استعمال کیا جاسکے ورنہ روحانیت کے بغیر علم ایسا ہی ہوگا جیسے کہ ایک مست جنگی کے ہاتھ میں تلوار دے دی جائے۔

دانشمندوں کی تعریف

مسجد کے دو کونوں میں دو گروہ حلقہ بنائے بیٹھے تھے۔ رسولؐ اکرم دروازے سے اندر تشریف لائے۔ ہر جانب نگاہ دوڑائی اور پھر دریافت فرمایا کہ یہ لوگ کیا کررہے ہیں؟

جواب میں عرض کیا گیا کہ ان میں سے ایک گروہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کررہے ہیں اور دعاؤں کی تلاوت کررہے ہیں اور دوسرے گروہ کے افراد علمی مذاکرات میں مشغول ہیں۔

آنحضرتؐ نے فرمایا کہ دونوں گروہ نیک اور مبارک کاموں میں مصروف ہیں لیکن ہم اس گروہ میں شامل ہوں گے جو علمی مذاکرات کررہے ہیں کیونکہ ہمیں اس لئے مبعوث کیا گیا ہے کہ لوگوں کو علم اور کمال کا شوق دلائیں۔ بعد ازاں آپ اس گروہ میں شامل ہوگئے اور ان کی محفل میں تشریف فرما ہوئے۔ ؎۴

امام صادق علیہ السلام نے ایک ایسی مجلس میں جس میں آپ کے بزرگ اور معمر اصحاب موجود تھے ہشام بن حکم کی جو سب سے زیادہ نوعمر تھا بہت عزت افزائی کی اور اسے سب سے بلند تر

مقام پر بٹھایا۵۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ ایک عالم جوان، قوی اور با اثر مقرر اور اسلام کا مخلص اور دردمند خدمت گزار تھا۔

علماء اور دانشوروں کی عزت افزائی اور احترام دوسروں کو علم و دانش کی طرف مائل کرنے کا ایک بہترین طریقہ ہے اور یہ روش ہمیشہ اسلام کے گرامی قدر پیشواؤں کی توجہ کا مورد رہی ہے۔

علم کے خلاف جنگ

عیسائی استعمار پسندوں نے اپنے کارندوں اور ایجنٹوں کے ذریعے مسلمانوں کے جوان اور روشن خیال طبقوں کے درمیان یہ راگ الاپنا شروع کردیا ہے کہ مسلمان ممالک کی پسماندگی کی وجہ ان کا مذہب ہے اور اگر وہ اس پسماندگی سے نجات حاصل کرنا چاہیں تو یہ اسی وقت ممکن ہے جب وہ اپنے آپ کو مذہب کی قید سے آزاد کرلیں تاکہ جس طرح عیسائیوں نے دین مسیحی سے رہائی حاصل کرکے بے پناہ ترقی کی ہے۔ اسی طرح وہ (یعنی مسلمان) بھی متمدن قوموں کی مانند ترقی کرسکیں گے۔

ان لوگوں نے یہ مغالطہ اور خلط مبحث جان بوجھ کر پیدا کیا ہے تاکہ وہ مسلمان نوجوانوں کو گمراہ کرکے اسلامی ممالک کا زیادہ وسیع پیمانے پر استحصال کرسکیں اور مسلمانوں کو پسماندہ ہی رکھیں۔

یہ صحیح ہے کہ عیسائیوں نے جو پیش رفت کی وہ کلیسا کے بندھن توڑ کر اور پادریوں کے خود ساختہ مذہبی قواعد وضوابط کو ٹھکرا کر ہی ترقی کی راہ پر گامزن ہوئے لیکن کلیسا کی خرافات کا مقابلہ اسلام کے جاودانی قواعد اور احکامات سے کرنا ایک بہت بڑا مغالطہ اور غیر انسانی ظلم ہے۔

کلیسا نے عیسائی پادریوں کے گڑھے ہوئے بچگانہ قوانین کے ذریعے علم اور فن کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کردیں اور دانشمندوں اور محققین پر بے پناہ سختیاں کیں۔ اس نے چند برائے نام علمی افکار اور نظریات کے مجموعے پر مقدس آسمانی قوانین کی مہر لگا کر اسے یورپی معاشرے پر مسلط کردیا اور جب سائنس نے یہ ثابت کردیا کہ کلیسا کے خیالات غلط ہیں تو لوگوں کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ باقی نہ رہا کہ کلیسا اور اس کے قوانین سے بیزار اور برگشتہ ہوجائیں اور اپنے آپ کو پادریوں کے جوئے سے آزاد کرکے علم و دانش پر ایمان لے آئیں۔ اس دوران میں جو چیز کلیسا اور اس کے دین کے سقوط میں معاون ثابت ہوئی وہ پیشوایان کلیسا کا اپنی کھوئی ہوئی آبرو

اور حیثیت کی بحالی پر اصرار تھا۔

ان کا یہ اصرار اس حد تک جا پہنچا کہ وہ اپنے نظریات پر عملدرآمد کرانے کے لیے آمریت اور جبر کی جانب مائل ہوگئے۔ وہ ایک خوفناک عفریت کی طرح لوگوں کی زندگی کے تمام شعبوں پر حاوی ہوگئے اور ان کی آسائش اور آرام کو سلب کرلیا۔

کلیسا کے پیشواؤں کے احکام کے مطابق تحقیقات کے خطرناک ادارے ''ادارہ تفتیش عقائد'' کا قیام عمل میں آیا۔ یہ ادارہ کلیسا کے نظریات کے مخالفین پر بے حد سختی کرتا تھا اور علماء اور دانشمندوں کو سزائیں دیتا تھا۔ کچھ دانشمندوں کو محض اس جرم کی پاداش میں آدم سوز بھٹیوں میں ڈال کر جلادیا گیا کہ وہ زمین کے مدور ہونے اور حرکت کرنے کے قائل ہوگئے تھے اور اس طرح ایک حقیقت کا انکشاف کیا تھا۔

یہ تشدد اس حد تک پہنچ گیا کہ تمام روشن خیال لوگوں نے اس امر کو اپنا فریضہ سمجھ لیا کہ اس ظالم کو نیست و نابود کرنے کے لئے ایک دوسرے سے تعاون کریں اور اس کی سرکوبی کے لئے اپنی قوتوں کو کام میں لائیں تاکہ کلیسا ہمیشہ کے لئے مقابلے کے میدان سے خارج ہوجائے اور اس کی قوت ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم ہوجائے۔

روشن خیال لوگوں، محققین، دانشمندوں اور دوسرے تمام ترقی پسند اور وسیع النظر اشخاص کے ساتھ کلیسا کا یہ سلوک تھا۔

ظاہر ہے کہ یورپ کی ترقی اور کامیابی کا راز اس ادارے کی قید سے آزادی اور نجات میں پوشیدہ تھا جس نے دین اور آسمانی قوانین کے نام پر علمی ترقی کا راستہ روک رکھا تھا۔

تاہم جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے ان کے درمیان ایسے غم انگیز حوادث بطور نمونہ بھی دیکھنے میں نہیں آتے اور جیسا کہ پہلے ذکر ہوچکا ہے۔ اسلام محض علم و دانش کا موید ہی نہیں بلکہ لوگوں کو علم حاصل کرنے کا شوق دلاتا ہے اور ان کی پشت پناہی کرتا ہے۔

لہٰذا یہ خیال کہ مذہب قوموں کی ترقی میں مانع ہے کلیسائی مذہب کے بارے میں تو درست ہے لیکن جہاں تک اسلام کا تعلق ہے یہ کہنا ایک بہت بڑی دشمنی ہے جو ہمارے دشمن مسلمانوں کے دلوں میں پیدا کررہے ہیں تاکہ ہمیں لاپرواہ اور سرکش بنا کر اپنے استعمار پسندانہ مقاصد میں کامیاب ہوسکیں۔

ان حالات میں سب مسلمانوں کا یہ قطعی اور لازمی فریضہ ہے کہ اس پروپگنڈے کا مقابلہ کریں اور اسلام کے نورانی حقائق کو جو انسانیت، فضیلت ، ترقی اور سربلندی کی روح کو پروان چڑھاتے ہیں معاشرے میں رائج کریں اور اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں اپنی ذمہ داری پوری کریں۔

حوالے:

۱۔نہج البلاغہ وصیت حضرت امیر المومنین علیہ السلام

۲۔تاریخ تمدن ۔ وِل ڈیورنٹ

۳۔منیۃ المرید

۴۔ بحار الانوار، جلد چہارم